سوال نمبر 2 (الف) (ii)

نام دیو کی موت: نام دیو کی موت کا سبب شہد کی مکھیاں بنی۔ ایک دن شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلڑ اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا کہ وہ بے دم ہو گیا۔

سوال نمبر 2 (الف) (iii)

نام دیو کی طبیعت

نام دیو سادہ مزاج، بھولا بھالا اور منکسر المزاج تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جھک کر ملتا۔ کام سے عشق تھا اور اسے کسی سے نہ بیر تھا نہ جلاپا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (V)

شہد کی مکھیوں کا حملہ:

شہد کی مکھیوں کے حملے پر باقی سب مالی بھاگ بھاگ کر چھپ گئے۔ باقی سب مالیوں نے اپنا کام چھوڑا اور اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کر چھپ گئے۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

نیکی: نیکی اس وقت تک نیکی رہتی ہے جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے سمجھنا شروع کیا نیکی نیکی نہیں رہتی۔

....

سوال نمبر 2 (الف) (viii)

غریب بھائیوں کی مدد:

نام دلیو غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔ وہ سب سے محبت کرتا۔

سوال نمبر 2 (الف) (ix)

نام دیو کو کام سے لگاؤ

نام دیو کو کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ وہ دن رات برابر کام کرتا رہا۔ اسے کبھی احساس نہ ہوا کہ نیک کام کر رہا ہے۔

سوال نمبر2 (الف) (i) **مرکزی خیال :** اس عبارت کا مرکزی خیال یہ ہے
کہ نام دیو سادہ مزاج اور بھولا بھالا تھا۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے
جھک کر ملتا۔ وہ اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد
کرتا۔ نام دیو کو کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے اس
دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ایک دن مکھیوں کا غضب ناک جھلڑا اس
غریب پر ٹوٹ پڑا اور وہ مر گیا۔ ہمیں بھی ہمیشہ محنت کرنی
چاہیے اور نام دیو کی طرح کام سے عشق کرنا چاہیے۔ نیکی
اس وقت نیکی رہتی ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ نیکی کر دیا ہے۔

سوال نمبر 2 (الف) (viii)

مفہوم:

"اسے کسی سے بیر تھا نہ جلاپا" کا مفہوم یہ ہے کہ نام دیو کو نہ کسی سے ~~دشمی~~ دشمنی، عداوت تھی اور نہ ہی کسی سے دوستی یا مطلب تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (   )

سوال نمبر 2 (ب) (ii)

اک شمع بجھائی سے مراد:

اک شمع بجھائی سے شاعر کی یہ مراد ہے کہ ایک اور امید توڑ دینا یعنی یہ معاشرہ بہت ظالم ہے اور انہوں نے شاعر کا ایک اور منصوبہ ناکام بنا دیا اور فتح ~~الکو~~ کو ناکامی میں بدل دیا۔ مگر شاعر نے بھی ان کے خلاف ایسی چال چلی کہ ان کا ہمت سے مقابلہ کیا۔

....

سوال نمبر 2 (ب) (iii)

سکون ملنا :

آپؐ کی آمد سے غریبوں کی جان کو اور یتیموں کے دل کو سکون مل گیا اور ان کے دل کو قرار آگیا۔

سوال نمبر2(ب)(iv)

نبضِ خاک پہ انگلیاں

نبضِ خاک پر انگلیاں رہنے کا یہ مطلب ہے کہ کسان
ہر وقت مٹی پر ہاتھ لگا کر یہ جانچتا رہتا ہے کہ کیا یہ
مٹی نرم ہے اور کھیتی باڑی کے لیے مناسب ہے۔ کسان
بھی مٹی پر ہاتھ لگا کر جانچتا تھا جیسا کہ ایک معالج نبض
پر انگلیاں رکھ کر مریض کی بیماری کی تشخیص کرتا ہے۔

سوال نمبر2(ب) (۷)

دیار وفا کا راستہ

دیارِ وفا یعنی محبت کے راستے پر چلنے سے مصیبت
خوشی میں بدل جاتی ہے۔

سوال نمبر 2 (ب) (vi)

مرکزی خیال

اس شعر کا مرکزی خیال یہ ہے کہ محبت کا راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا راستہ ہے اور اس پر چلنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ راہ محبت کے راستے پر چلنے سے مصیبت بھی خوشی میں بدل جاتی ہے۔

سوال نمبر 2 (ب) (   )

سوال نمبر 2 (ج) (i)

مطلع سے مراد: مطلع کے لغوی معنی طلوع ہونے کی جگہ یا نکلنے کے ہیں۔ غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ مطلع میں ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔

مثال: آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

مقطع سے مراد: مقطع کا لفظ قطع سے بنا ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص یا نام استعمال کرے مقطع کہلاتا ہے۔ اگر شاعر اپنا تخلص استعمال نہ کرے تو وہ آخری شعر کہلائے گا۔

مثال: کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

سوال نمبر 2 (ج) (ii)

عبادت ہے سراپا جذبہ تعمیر آزادی
شہادت مستقل اک سرخی تحریر آزادی

قافیہ: شعر میں ہم آواز الفاظ قافیہ کہلاتے ہیں۔
اس شعر میں تعمیر، تحریر، عبادت، شہادت قافیہ ہیں۔

ردیف: شعر کے آخر میں آنے والے الفاظ جو بار بار دہرائے جائیں ردیف کہلاتے ہیں۔ اس شعر میں "آزادی" ردیف ہے۔

سوال نمبر2(ج) (iii)

گھوڑا تیز رفتار ہے۔ (جملہ اسمیہ)

گھوڑا : ← مسند الیہ/مبتدا

تیز رفتار : خبر/مسند

ہے : فعل ناقص

سوال نمبر 2 (ج) (iv) **تشبیہ:** کسی چیز کو کسی خاص وصف کی وجہ سے اس کو دوسری چیز کی مانند کا یا اس جیسا قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔ **مثال:** علی شیر کی طرح بہادر ہے۔

تشبیہ کے ارکان: تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں۔

مشبہ: جس کو تشبیہ دی جائے: علی

مشبہ بہ: جس سے تشبیہ دی جائے: شیر

وجہ شبہ: وہ صفت جس کی وجہ سے تشبیہ دی جائے: بہادر

غرض تشبیہ: تشبیہ دینے کا مقصد: بہادری کی وجہ

حرف تشبیہ: وہ حروف جو تشبیہ دینے کے لیے استعمال ہو: کی طرح

سوال نمبر 3 (ب) (صفحہ نمبر 1/2)

عبارت کی تشریح

تشریح: اقتباس طلب اس عبارت نے مصنف نے
مرزا صاحب کے زندگی کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی
ہے۔ مرزا صاحب کی زندگی نہایت سادہ تھی اور
انہوں نے سادگی میں اپنی ساری زندگی بسر کردی۔
مرزا صاحب کا ادبی شعبے سے تعلق تھا۔ وہ کبھی
بھی شان و شوکت سے نہ رہے اور نہ ہی دنیا
کے لیے اپنے آپ کو بدلا۔ مصنف نے کبھی ان کے
پاس گھر کی سواری نہ دیکھی جس پر وہ سفر
کرتے۔ وہ پیدل کرنے کو زیادہ ترجیح دیتے تھے
اور زیادہ تر پیدل ہی چلتے تھے جس کی وجہ
سے وہ اپنے آپ کو چست محسوس کرتے تھے۔
صبح کی سیر بھی ان روزمرہ زندگی کا حصہ تھا۔
وہ صبح باقاعدگی سے ٹہلنے کے لیے جاتے اور اپنے
آپ کو تروتازہ محسوس کرتے۔ صبح کی سیر کی
وجہ سے ان کا سارا دن بہت اچھا گزرتا تھا
اور انھیں سستی محسوس نہ ہوتی۔ مرزا صاحب
نے تمام تر اچھی عادات کو اپنایا ہوا تھا جس
کی وجہ سے وہ بہت کامیاب تھے۔ وہ ہر کام
وقت پر کرتے تھے۔ رات کو جلدی سو جاتے تھے
اور صبح جلدی اٹھ جاتے تھے۔ وہ معدے کے
مریض بھی تھے۔ انھیں فضول چیزوں کا شوق

نہیں تھا۔ وہ وقت کو ضائع نہیں کرتے تھے۔ انھیں
کھیل، تماشے، سینما اور تھیٹر جیسی سرگرمیوں میں
کا کوئی شوق نہیں تھا۔ وہ ان چیزوں کو وقت
کا ضیاع سمجھتے تھے۔ خدا کے کرم اور فضل سے
وہ اس معاملے میں بھی خوش نصیب تھے کہ انھیں
گھر کا آرام اور چین میسر تھا۔ جو کہ پرامن زندگی
گزارنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ گھر کا سکون میسر
ہونے کی وجہ سے انھیں ذہنی سکون حاصل کرتا تھا۔
ان کی بیگم بھی ادبی ذوق رکھتی تھیں۔ دو ایک
ناول ان کے شائع ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب کی
اولاد بھی سعادت مند اور فرمانبردار تھی۔ بیوی
سلیقہ شعار تھی۔ ان کی پنشن اتنی تھی کہ بڑھاپے
میں آسانی سے گزارا ہو سکتا ہے اور کسی کا محتاج
نہیں ہونا پڑے گا۔ بے شک ان کا لباس، کھانا
پینا، رہنا سہنا سادہ تھا۔ انھوں نے قناعت پسندی
اور معیانہ روی اختیار کی۔ انھوں نے اچھی اور مفید
عادتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جس کی وجہ
سے وہ دل سے اطمینان تھے۔ وہ بے شک دولت
مند نہیں تھے لیکن مطمئن دل کی دولت سے مالا
مال تھے جو کہ پرسکون زندگی گزارنے کے لیے
بہت ضروری ہے۔

سوال نمبر 4 (الف) (صفحہ نمبر 1/2) نظم کی تشریح (الف)

حوالہ نظم: نظم کا نام: کسان
شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح: اس بند میں شاعر جوش ملیح نے نظم کسان میں معاشرے کا اہم فرد کسان کو قرار دیا ہے۔ شاعر نے ایک ایسے موضوع کو بیان کیا جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔ شاعر کہتا ہے کہ کسان بہت محنتی ہوتے ہیں۔ وہ صبح سویرے اٹھتا ہے اور کھیتوں کی طرف روانہ ہوجاتا ہے جب کہ اس وقت ساری دنیا آرام سے سو رہی ہوتی ہے۔ اس وقت آسمان پر تھوڑا سا اندھیرا ہوتا ہے اور سورج طلوع ہورہا ہوتا ہے۔ کسان صبح سویرے اللہ کی قدرت کا گواہ ہوتا ہے۔ وہ سورج کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اور مختلف پرندوں کی خوبصورت آوازوں کو سنتا ہے۔
شاعر نے کسان کو معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا ہے۔ وہ سارا دن محنت کرتا ہے۔ کسان ہی کی وجہ سے ملک ترقی حاصل کرتا ہے۔ کسان دن رات محنت کرتا ہے، وقت پر ہل چلاتا، پانی دیتا، فصلوں کو کاٹتا ہے اور جس کی محنت کا پھل ہم کھاتے ہیں۔

حلال رزق کا مطلب ذرا کسان سے پوچھو
پسینہ بدن کے خون سے نکلتا ہے

سوال نمبر4 (صفحہ نمبر 2/2) کسان ہر موسم میں محنت کرتے ہیں۔
کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے اس کی زرعی پیداوار
بہت اہم ہوتی ہے۔ کسان اپنا خون پسینہ ایک
کر کرکے دن رات فصلوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔
گرمی کی شدت کو بھی برداشت کرتا ہے۔ کسان کا
پسینہ مٹی میں جاکر شامل ہوجاتا ہے جس سے
محنت کا پھل ملتا ہے۔ کسان کو نہ ہی دن کو سکون
حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی رات کو۔ وہ ہر وقت اسی
بارے میں سوچتا ہے کہ اس کے پودے اور فصلیں
ٹھیک ہوگی یا نہ ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ کسان سارا
دن دھوپ میں کام کر کرکے تھک جاتا ہے اور
اس کے چہرے پر مشقت اور محنت کے نشان
نظر آتے ہیں۔

تھکتے ہیں وہ اور چین پاتی ہے دنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

کسان کی سارا دن مشقت اور محنت کی وجہ سے
دنیا سبزیاں اور پھل حاصل کرتی ہے۔ کسان پر
بادشاہوں کو بھی فخر ہے۔ جب کسان دن بھر کا
تھکا ہوا گھر کی جانب رخ کرتا ہے۔ گھر جاکر
اپنی تھکاوٹ کو دور کرتا ہے۔ اور کچھ وقت
چین کا پاتا ہے۔ اسی لیے کسان ~~کو~~ شاعر نے
معاشرے کا اہم ترین فرد قرار دیا ہے۔ اور کسان
کی زندگی سے ہمیں محنت کا سبق ملتا ہے۔
محنت میں عظمت ہے۔

سوال نمبر5 (الف) (صفحہ نمبر 1/2) غزل کی تشریح (الف)

صنف ادب: غزل
شاعر کا نام: جگر مراد آبادی

پہلا شعر: تشریح:

یہ غزل شاعر جگر مراد آبادی نے تحریر کی ہے۔ وہ بنارس میں پیدا ہوئے۔ آبادی ان کا تخلص ہے۔ ان کی غزل بہت مقبول تھی۔ ان کی زبان سادہ اور رواں تھی۔ شاعر اس شعر میں محبوب کو مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب نے کبھی بھی اس کے پیار کا جواب محبت سے نہیں دیا اور اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ محبوب ہمیشہ اتنی سادگی سے ملتا ہے جیسا ~~ان~~ اس نے کبھی کچھ کیا ہی نہ ہو۔ وہ جیسے عاشق کو جانتی ہی نہیں۔ دراصل محبوب عاشق کی دلی کیفیت سے ناواقف ہے۔ شاعر عشق کے راستے میں کافی مشکلات اور مصائب برداشت کر چکا ہے۔ مگر محبوب اس بات سے واقف ہی نہیں۔

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں
تیرے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

شاعر کہتا ہے کہ اس نے عشق کے راستے میں بہت تکلیف برداشت کیں ہیں اور وہ ہمیشہ محبوب کے وعدے کا اعتبار کر لیتا ہے۔

ثبوت ہے یہ محبت کی سادہ لوحی کا
جب اس نے وعدہ کیا ہم نے اعتبار کر لیا

شعر نمبر ۲: تشریح:

اس شعر میں شاعر نے محبوب کو پھولوں سے تشبیہ دیا ہے جس طرح پھول نازک ہوتے ہیں اسی طرح محبوب بھی نازک ہے۔ اردو کی روایتی شاعری میں عاشق محبوب کے حسن کو بیان کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب اتنا حسین ہے کہ اس کی ~~خو~~ خوبصورتی زیادہ اور شاعر کے پاس الفاظ کم ہیں۔ جس طرح کلی چٹک کر پھول بن جاتی ہے اسی طرح شاعر نے محبوب کی مسکراہٹ کو پھول کے رنگ سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح پھولوں کے رنگ سے ہر طرف خوشی کا سماں ہو جاتا ہے اسی طرح محبوب کی مسکراہٹ شاعر کی خوشی کا باعث ہے۔

جبیں مہتاب، آنکھیں شوخ، شیریں لب، گہر دنداں
بدن موتی، ادا (دہن غنچہ) ہنسنے کی پیاری

شاعر کو ہر طرف محبوب ہی نظر آتا ہے۔ اس کو ارد گرد کا کوئی ہوش نہیں ہے۔

ہم تو وہاں ہیں جہاں سے
ہم کو بھی ہماری کچھ خبر نہیں آتی

یہ عشق کا بلند ترین مقام ہوتا ہے جب شاعر کو اپنے ارد گرد کا بھی پتا نہیں ہوتا۔ اور محبوب کے خیالوں میں کھو جاتا ہے۔

کہانی نویسی

جھوٹ کی سزا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں ایک گڈریا رہا کرتا تھا۔ وہ بھیڑ بکریوں کو چروایا کرتا تھا۔ گڈریا مستی میں شور مچاتا کہ "شیر آیا شیر آیا"۔ اس کی اس پکار آس پاس کے تمام لوگ اپنا کام چھوڑ کر آجاتے۔ جب وہاں آکر اس لڑکے سے پوچھتے کہ کہاں ہے شیر؟ تو وہ ہنستے ہوئے کہتا کہ میں نے تو صرف مذاق کیا تھا اگر شیر آیا تو میں اس کے لیے اکیلے ہی کافی ہوں۔ گاؤں کے لوگ اس کی اس حرکت سے بہت پریشان تھے۔ گڈریا نے شیر آیا شیر آیا کہہ کر لوگوں کو تنگ کرنے والی حرکت کئی بار کی کہ اب لوگ توجہ نہیں دیتے تھے اور اس بات کو جھوٹ سمجھتے تھے۔ ایک دن سچ مچ میں شیر آگیا جب شیر نے بہت ساری بھیڑ بکریاں دیکھی تو وہ خوش ہوگیا۔ گڈریا نے شور مچایا شیر آیا شیر آیا مجھے بچاؤ۔ اس بار کوئی بھی نہیں آیا۔ سب نے سمجھا کہ وہ اس بار بھی جھوٹ بول رہا ہے اور ان لوگوں کا وقت ضائع کرے گا۔ شیر سب بھیڑ بکریاں کو کھا لیا اور گڈریا

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2/2)

پر حملہ اور اسے ہلاک کر دیا.
شام ہو گئی اور سورج غروب ہو چکا لیکن گڈریا ابھی تک گھر واپس نہ آیا تھا۔ گاؤں کے لوگ پریشان تھے اور صبح اٹھتے ہی اس کو دیکھنے گئے تو گڈریا کی لاش پڑی ہوئی اور تمام بھیڑ بکری بھی مر چکے تھے۔

نتیجہ: جھوٹ بولنے کی وجہ سے گڈریا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

مضمون نویسی

تندرستی ہزار نعمت ہے

صحت کی اہمیت ذرا مریض سے پوچھو
تندرستی ہزار نعمت ہے

تندرستی کا لفظ دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ایک تند جس کے معنی جسم اور رست یعنی صحت ہے۔ تندرستی سے مراد جسم و دماغ کی صحت ہے۔ اللہ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہے۔ اس کو زندگی جیسی بڑی نعمت دی اور پھر اس کو گزارنے کے لیے تمام اشیاء فراہم کی۔

ترجمہ: اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو گن نہ سکو گے۔

اللہ کی تمام نعمتوں میں سے تندرستی افضل ترین نعمت ہے۔ تندرست آدمی ہی اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو انجام دے سکتا ہے۔

تندرستی ہی بیماریوں سے نجات ہے۔ تندرست آدمی کے لیے اس کی صحت اولین ترجیح ہوتی ہے۔ وہ اپنی صحت کا بھرپور خیال کرتا ہے۔ بیمار شخص کو ہی تندرستی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ جو چیز انسان کے پاس نہیں ہوتی تب

ہی اس کی قدر ہوتی ہے۔ تندرست شخص بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ زندگی کے تمام لذت نعمتوں سے لطف و اندوز ہو سکتا ہے۔

تندرست رہنے کے لیے ورزش بہت ضروری ہے۔ ورزش کے انسانی زندگی میں بہت فوائد ہیں۔ ورزش سے انسان چست، چاق و چوبند اور ہشاش بشاش رہتا ہے۔ ورزش کھیلوں کی صورت میں بھی کی جا سکتی ہے۔ صبح کے وقت ورزش کرنا زیادہ مفید ہے اس سے انسان کا کام کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور اس سے اس کو ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے۔ اس کا کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اچھا محسوس کرتا ہے۔

تندرست آدمی کبھی محنت سے نہیں کتراتا کیونکہ تندرست آدمی کے پاس طاقت اور قوت ہوتی ہے جو محنت کے لیے ضروری ہے۔ تندرست آدمی ہی اپنے کام وقت پر سرانجام دے سکتا ہے۔ اور دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اگر طالب علم تندرست ہوگا تب وہ اپنے امتحانات میں اچھے نمبر لے سکتا ہے۔ محنت اور کام کرنے کے لیے تندرستی بہت ضروری ہے۔

تندرستی کا کھانے پینے اور صفائی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ کم کھانا تندرستی کی نشانی ہے۔ زیادہ کھانے سے انسان سست اور کاہل ہو جاتا ہے اور وہ اپنے کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے ہمیں تھوڑے وقفوں کے بعد کم کھانا کھانا چاہیے اس سے ہم معدے کی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ تندرست رہنے کے لیے صفائی کا خیال رکھنا چاہیے جیسا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ صاف ستھرا شخص صحت مند رہتا ہے۔

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اگر انسان دولت مند ہو مگر تندرست نہ ہو تو وہ زندگی کی نعمتوں کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ دولت سے صحت نہیں خریدی جا سکتی۔ اس لیے تندرستی کو دولت پر ترجیح دی ہے۔ ہمیں اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے اور اچھی زندگی گزارنے کے لیے تندرستی بہت ضروری ہے۔ ہمیں کم کھانا کھانا چاہیے اور ورزش کرنی چاہیے۔